Bazm-i-Akhir

بارے جو شمع سے پروانہ ہو گیا وہ بجھ گئی یہ جل گیا افسانہ ہو گیا

بزم آخر



ادبی صحیفے کی

ایجوکیشنل بک ہاؤس

سول لائن شمشاد بلڈنگ علی گڑھ

Educational Book House,

Civil Lines, Shamshad Building,

ALIGARH, (U. P.)

باقی رہی نہ شمع، نہ پروانہ رہ گیا
وہ بجھ گئی، یہ جل گیا، افسانہ رہ گیا

بزمِ آخر

آگرہ کی ۱۲۴۵ھ و ۱۲۷۷ھ تک کی
۱۸۳۰ء، ۱۸۶۲ء

ادبی صحبتیں

از جناب مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب اکبر آبادی

مع تعارف

از جناب مولانا مولوی محمد ابرار حسین صاحب فاروقی ایم اے فاضل مصر منشی فاضل
سابق انسپکٹر مدارس و ہیڈ ماسٹر و لیکچرار اردو و فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ

پبلشرز
ایجوکیشنل بک ہاؤس
سول لائن شمشاد بلڈنگ - علی گڑھ

تعارف

از

جناب مولانا مولوی محمد ابرار حسین صاحب فاروقی گوپاموی ایم اے عربک، [illegible]
منشی فاضل سابق انسپکٹر مدارس ہیڈ ماسٹر لکچرار اردو و فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

علم و ادب کا میدان اتنا وسیع ہے جس کے حدود کا تعین نہایت مشکل ہے [illegible] کے ساتھ ہی کوشش صرف کی جاتی رہی اور آئندہ بھی کی جاتی رہے گی [illegible] اسلاف کے جو اقسام سخن کے کارنامے ہیں کسی نہ کسی طرح سے منظر شہود پر لایا جاسکتا [illegible] ان کی افادیت بڑھتی رہے گی

شاعری علم ادب کی وہ صنف [illegible] [illegible] ذات [illegible] [illegible] اقوام عالم نے [illegible] جوہر دکھائے ہیں [illegible] [illegible] کسی نہ کسی [illegible] رہے ہیں۔ جس کی مثال علمی و ادبی تاریخ کے [illegible] پیش کرتے ہیں۔

شعر عرب

بہرحال زبان و ادب کی پیشانی اتنی [illegible] کہ بعض اوقات اس کے جوہروں نے قوموں میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ عرب کی شاعری کا [illegible] کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی کے [illegible] جو ہزاروں صفحات [illegible] میں اس کی زندہ مثال ہیں [illegible] ادوار کے [illegible] ہیں

امرؤالقیس، نابغہ ذبیانی، اخطل، طرفہ، اعشیٰ، متنبی، اصمعی، ابونواس وغیرہ نے زمانہ جاہلیت سے لے کر خلفائے عباسیہ کے عہد تک اپنی فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دئے۔ حضرت حسانؓ اور حضرت کعبؓ نے ان [illegible]

کی تقسیم کرکے اپنی مادری زبان سے بالکل نوبت سے کیسے کیسے اعزاز پائے۔

شعر فارسی

فارسی شاعری نے جو گل کھلائے اور انسانوں کی زندگیوں میں جو کایا پلٹ
دی وہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ فردوسی ہی تھا جس نے شاہنامہ لکھ کر
ایران کے قدیم تمدن کو جاگزیں کیا اور گونا گوں تصویروں کو زندۂ جاوید بنایا۔ رودکی نے
آل سامان کو مشہور کیا۔ حکیم سنائی نے "حدیقۃ الحقیقۃ" لکھ کر وہ باغ لگایا جس سے
تصوف کی دنیا باغ باغ ہو گئی۔ مولانا روم نے مثنوی لکھ کر جامی کو سے

ہست قرآن در زبان پہلوی

کہنے پر مجبور کیا۔ نظامی نے "پنج گنج" پیش کرکے معرفت کے خزانے کھول دیئے۔ حافظ
نے اپنی شراب ناب سے دنیا کو "مست الست" کر دیا۔ سعدی نے آپ بیتی کا وہ
"بوستان" سجایا جس کے پھول اب تک مہک رہے ہیں۔ خسرو نے اپنے
کلام معجز نظام سے "طوطی ہند" اور "ترک اللہ" کا لقب پایا۔ عرفی، فیضی،
کلیم، صائب وغیرہ نے فارسی کی محفلوں کو جگمگایا۔

شعر اردو

محمد شاہی عہد میں اردو نے رفتہ رفتہ فارسی کی جگہ لے کر پورے
ہندوستان پر ایسا قبضہ جمایا کہ آج جگہ جگہ اسی کے گیت گائے جاتے ہیں
سودا کی سودائیت کو اس نے بنایا۔ انشا کو انشا پرداز بنایا۔ میر تقی میر کو میر
کر دیا۔ ذوق کے ذوق کو دوبالا کرکے "خاقانی ہند" کا ان کو لقب دلوایا۔ غالب کو
سب پر غالب کر دیا۔ میر انیس اور مرزا دبیر کو کربلا کی طرف متوجہ کرکے مرثیہ گوئی کا
تاج ان کے سر پر رکھا۔ داغ کو دنیا پر جاری کرکے سادگی، روانی اور لطافت کا پتلا
بنا دیا۔ امیر مینائی کو اپنا مرید کرکے زمین و آسمان سنجیدگی اور پاکیزگی کا مرشد بنا دیا۔
اقبال کو حکیم الامت بنا کر اسلام اور مسلمانوں کا شیدائی کیا۔ چکبست کو اپنے سے
وابستہ کرکے حب وطن کا سبق سکھایا۔ غرض کہ اس بے یار و مددگار زبان نے اپنی

قلیل ترین عمر میں ایسے ایسے شیدائی پیدا کر دیے کہ وہ اب تک اپنے کلام کی وجہ سے زندہ جاوید ہیں اور جب تک دنیا ہے زندہ رہیں گے۔ ہر زمانہ کے مشاعروں کی - جن کی تاریخ قدیم نہیں ہے۔ گلدستے - ان کی نازک خیالی، بلند پروازی، مضمون آفرینی اور ادبی کاوشوں کے شاہد ہیں۔ ان کے مختلف النوع کلام ہر صنف شاعری کے روشن نمونے ہیں بلکہ یہ کہنا نا مبالغہ نہ ہو کہ جو کچھ کہنا تھا زبان کے شیدائی وہ سب کچھ کہہ گئے اور زبان کی نوک پلک درست کر کے ہمارے لیے راستہ صاف کر گئے۔

اردو کے مشاعرے

مجھے یہاں شعر و سخن کی تاریخ نہیں لکھنی ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ اسلاف کے اشغال نہ صرف ادبیت کے بڑھانے میں ممد و معاون ہوتے ہیں بلکہ شعرا کے انداز بیان کی معلومات سے کلام کی افادیت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے چنانچہ روز کا مشاہدہ ہے کہ بجائے دیوان کے مطالعہ کے اگر صاحب دیوان سے استفادہ کا موقع مل جائے تو اس کلام کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ مشہور ہے۔ ع

تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

محض اسی وجہ سے شعر و سخن کی مجلسوں کی بنیاد پڑی جن کو "مشاعرہ" کا نام دیا گیا اور جن میں اساتذہ اپنا کلام سنا کر داد اور صلے پاتے تھے اور نوآموز و مبتدی شعرا اپنا کلام سنا کر حوصلہ افزائی سے مالا مال ہوتے تھے۔ غرض کہ یہی وہ علمی و ادبی مجالس تھیں ہیں اور رہیں گی جو زبان و ادب کی صحیح معنوں میں خدمت گزار ہیں۔ اردو زبان کی ترقی پر بھی ایک ممتاز رتبہ ہے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اس نے بھی علمی مجلسوں کو اپنایا ہے۔ گو یہ جیسا کہ مستند زمانہ گزرا کی رہیں شاہی اور درباری مشاعروں کے علاوہ عام و خاص مشاعرے بھی ہوتے رہے جن میں بڑے بڑے اساتذہ وقت نے شرکت کی اور اپنے زور کلام سے ان کو کامیاب بنایا۔ ان کے کلام مع ان کی خصوصیات کے آج تک مختلف گلدستوں میں محفوظ ہیں۔

دلی کا آخری مشاعرہ

دلی کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ثانی کا عہد اگر ایک طرف زبان کی ترقی کا عہد کہا جا سکتا ہے تو دوسری طرف حکومت کے خاتمہ کا بھی۔ شاید اسی سبب سے قدرت نے آخری علمی و ادبی مجلس رچانے کا خیال دلی والوں کے دل میں ڈال دیا تھا۔ مشاعرہ ہوا اور خوب ہوا۔ ساری رات ہوا۔ مشاعرہ کیا بلکہ "ساحرہ" ہو گیا۔ شاہی غزل سے ابتدا ہوئی اور استاد شاہ کے کلام پر خاتمہ ہوا۔ اور جس وقت استاد ذوق نے یہ آخری شعر پڑھا ہے

مؤذن مرحبا بروقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

اسی وقت "مؤذن" نے اللہ اکبر کی صدا دی گویا مؤذن حضرت ذوق کے اشارہ ہی کا منتظر تھا۔ اس مشاعرہ کے دیکھنے والے اب کہاں۔ خدا ان کو جنت نصیب کرے جنھوں نے اس علمی مذاکرہ کو سینوں میں محفوظ کر دیا تھا اور جس کو مزید آراستگی کے ساتھ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب [illegible] کی شکل میں پیش کیا اور اس کا نام "دلی کا ایک یادگار آخری مشاعرہ" رکھا۔

[illegible] کا تمثیلی مشاعرہ

کچھ عرصہ کے بعد میرے دوست حضرت مولوی محمد احسن صاحب رامپوری مرحوم [illegible] میں ہیں جس نے عمل [illegible] میں رام پور کے درباری مشاعرہ [illegible] اس عمل [illegible] کے مطابق ترتیب دے کر اور اس کا نام "تمثیلی مشاعرہ" رکھا۔ یہ اعلیٰ حضرت نواب کلب علی خاں بہادر والیٔ رامپور کے عہد کے مشاعرہ کی نقل تھی جس میں حضرت امیر مینائی جو وہاں کے ملک الشعرا تھے پیش پیش رہتے۔ اور میرے نانا مخدوم و محترم حضرت شمس العلماء علامہ زماں مولانا مولوی عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ بطور معزز مہمان کے شریک تھے۔ بہت کامیاب تمثیل رہی۔ مشاعرہ سے زیادہ اس کی واہ واہ ہوئی۔ حضرت احسن مرحوم نے اس عمل یا تمثیل کو ترتیب دے کر خاص کیا حتی کہ مصنوعی اغلاط اور دوسرے شعرا کے فوٹو بھی اس گلدستۂ تمثیل میں دے دیئے گئے اور اس طرح مرحوم نے قارئین کو بھی اپنے زور قلم سے ایک حد تک سامعین کی صف میں لا کھڑا کر دیا۔ بہرحال ان دونوں حضرات نے جس انداز سے ان قدیم مشاعروں کی تصویر کھینچی

اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

آگرہ اور بزمِ آخر

یہ دونوں تمثیلیں جو اردو ادب کے سلسلے میں بالکل انوکھی [illegible] جو اردو ادب کے مذاق میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہیں [illegible] عزیز محترم برادرم مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی [illegible] نے "بزم آخر" لکھ کر ان قیمتی جواہرات کی تلاش کی ہے جو کہ [illegible] کی کوششیں [illegible] ہیں۔ برادرم موصوف کا [illegible] کی تعارف و تعریف [illegible] ان کی عمر کے اعتبار سے اس قلیل [illegible] خدمات انجام دی [illegible] موجودہ زمانہ کے مصنفین کی صف اول میں ہے۔

"بزم آخر" آگرہ کے [illegible] "[illegible]" اور "[illegible]" [illegible]

[illegible]

آخری بادشاہ [illegible] اور [illegible] آل [illegible]

[illegible] نصیب ہوئی [illegible]

[illegible] غالب [illegible]

[illegible] ذوق [illegible]

[illegible]

[illegible] آ [illegible]

شاعر [illegible] نظر آ جاتا ہوں کبھی کبھی

تصور میں [illegible] ہو جاتا ہوں آنکھوں سے اب آپ کی [illegible] ہے

مفتی انتظام اللہ صاحب مرحوم ساحرؔ اور دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور تمنا ظاہر فرما رہے تھے۔ خوش قسمتی سے ساحرؔ مرحوم کو موقع مل گیا اور انھوں نے عرض کیا :-

"صرف شعر و سخن کی ادبی صحبت رہے گی"

درخواست منظور ہوئی اور "ادبی صحبت" کی تیاری شروع ہو گئی چنانچہ حسب قرارداد اسی رات کو مجلس شعرا گرم ہوئی اور شہر کے ہندو مسلمان ممتاز اصحاب ذوق اس میں شریک ہو کر مستفید و محظوظ ہوئے۔

برادرم مفتی انتظام اللہ صاحب نے اپنے زور قلم سے اس "صحبت" کی ایسی تصویر کھینچی ہے کہ پڑھنے والے کی آنکھوں کے سامنے اس وقت کا پورا منظر آجاتا ہے۔ اچھوتے پیرائے میں ہر ایک شاعر کا مختصر تعارف بھی کرا دیا اور اس کے کلام و طرز ادا کو بھی بیان کر دیا۔ قابل داد ادبی کوشش ہے۔

دلّی "بزم آخر" اور دوسرا ذی حیثیت ہند کا مشاعرہ خاص ہے جو مہاراجہ بلوان سنگھ نے منعقد کیا تھا اور [illegible] کا وہ "بڑا مشاعرہ" ہے جو بابو جی پرشاد صاحب کپل نے ترتیب دیا تھا۔ ان دونوں میں شہر کے تمام ممتاز شعرا موجود تھے، جن کے کلاموں کو پڑھ کر بے ساختہ حضرت خواجہ بے خبر کے اس شعر کو دہرانا پڑتا ہے: ؎

اس بزم میں بیٹھے ہیں اٹھ جانے کو ۔۔ ہر جمع کا انجام پریشانی ہے

یہ عالم کی صحبتیں سب خواب و خیال ہو گئیں۔ راجہ بلوان سنگھ نے کیا خوب کہا: ؎

باقی نہ فریدوں نہ تخت جم ۔۔ افسانے کیقباد و سکندر کے رہ گئے

ہم کو مفتی صاحب جیسے صاحب ذوق حضرات کا شکر گزار ہونا چاہئے جن کی بدولت پچھلی ادبی صحبتوں کی تصویریں الفاظ میں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔

میں مفتی صاحب کے زور قلم کے لئے صرف یہی دعا کروں گا کہ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

۷۸۶

بزمِ اختر

باقی رہی نہ شمع نہ پروانہ رہ گیا
وہ بجھ گئی، وہ جل گیا، افسانہ رہ گیا

ایک صدی تک جاٹ و مرہٹہ گردی سے آگرہ تباہ و برباد رہا تمام قیمتی علمی ذخیرے برباد کیے گئے شرفا اور اہل علم دلی اور لکھنؤ چلے گئے جو لوگ رہ بھی گئے وہ مصیبت کی گھڑیاں کاٹتے رہے لارڈ لیک کا بھلا ہو (۱۸۰۳ء) جس نے درندوں سے نجات دلائی۔ آگرہ کے دن پھرے کچھ عرصہ بعد الٰہ آباد سے صدر نظامت اٹھ آیا۔ اس کے وابستگان پورب کے اہل علم حضرات زیادہ تر تھے۔ اُن کی آمد نے شہر کی رونق کو بڑھا دیا تھا۔ علمی چرچے ہونے لگے مشاعرے اور ادبی صحبتیں رنگ لانے لگیں۔ پھر سے سوئی بستی جاگ اٹھی۔ راجہ کاشی آ بسے تھے داد و دہش سے اگلوں کی یاد تازہ کرنے لگے۔ شعر و شاعری میں لے دے کے یہاں نظیر کے شاگردوں کی گرم بازاری تھی۔ ان کے بیٹے خلیفہ گلزار علی اسیر کا ڈنکا بج رہا

تھے۔ مرزا جی کاشی کے خلف صاحبزادہ بلوان سنگھ ان کے شاگرد ہوئے اور آپ ان
[illegible] شعر کہا کرتے ان کے دوست کے صاحبزادہ مولوی انعام اللہ ساحرؔ[1]
جن کا گھر علم اور شعر کا مرکز بنا ہوا تھا ان کے باپ [illegible] گردی کے [illegible] میں
آئے تھے [illegible] وکالت کرتے تھے، نواب وزیر الدولہ بہادر کی طلبی پر ٹونک چلے گئے
حضرت شہید [illegible] تھا۔ آخر حسین بیگ کے الہ آباد [illegible] ہے۔ ساحرؔ
کی شاعری جناب شہید اور بیخود کی نگرانی میں پروان چڑھی تھی۔ مشغلہ
شعر و شاعری کے تھے جو صاحب کمال آگیا اس کے لئے ادبی صحبت منعقد کی
اور مشاعرہ تو [illegible] سمجھا جاتے۔

مرزا نوشہ (غالب) دہلی آنکلا بچپن کے دوست مرزا حسام الدین بیگ میر
[illegible] کے گھر سے جن کو خبر لگی وہ ملنے آیا۔ مرزا صاحب کی ننھیال میرٹھ
[illegible] تھے وہ باہر چلے گئے تھے۔ چھوٹی [illegible] موتی بیگم مرزا اکبر بیگ
[illegible] بڑی تھیں اور [illegible] سے مرزا وقار علی بیگ تحصیلدار رہتے ان کو مرزا [illegible]
[illegible] اپنے ساتھی جناب ساحرؔ کو لے کے مرزا حسام الدین بیگ کے
گھر [illegible] پہنچے مرد و بزرگ [illegible] باتوں میں مشغول تھے۔ انہوں نے جھک
کر سب سے سلام کیا۔ مرزا حسام الدین بیگ نے [illegible] دبے [illegible]
اور وقار علی [illegible] تم دونوں اس طرف کیسے آنکلے وقار علی تم تو مرزا نوشہ کی [illegible]
[illegible] مرزا غالب سے کہا۔ نواب صاحب میاں وقار علی کو تو نہیں پہچانتے

۱؎ [illegible] ذکر [illegible] مفتی انعام اللہ [illegible]
۲؎ [illegible] اردو [illegible]

ہو گے ان کو دیکھا ہو گا تو بہت چھوٹا دیکھا ہو گا۔ آپ کے مرزا اکبر بیگ کوتوال کے
یہ بیٹے ہیں۔ بڑے سعادت مند ہیں۔ تحصیلدار ہو گئے ہیں۔ آج کل رخصت پر ہوں گے
اور منجھلے میاں یہ خواجہ غلام غوث خان بہادر کے ہیں۔ ادب سے بھی ان کو شعر و سخن
بڑی دلچسپی ہے اور یہ مشاعرہ اور محفلِ شعر و سخن اکثر کیا کرتے ہیں۔ ہم کو [illegible]
بوڑھوں کا سا پایا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بہن کے مرنے کا حال پوچھا اور
ساحر کی طرف رخ کرکے مرزا احسام الدین سے کہا۔ مرزا صاحب ان سے [illegible]
مفتی انعام اللہ خاں بہادر کو دلّی میں دو ایک دفعہ دیکھا ہے۔ یہ [illegible]
ریزیڈنٹ کے محکمہ میں سررشتہ دار تھے اور منشی سید لیاقت حسین [illegible]
ان سے پھر ملاقات نہ ہوئی۔ والا نانا آزردگی کے وقت [illegible] گیا کرتا
تھا۔ ان دونوں سے [illegible] بوڑھے کیسے [illegible]
[illegible] دلّی میں ہی نہیں آتا ہے [illegible] قلعہ معلیٰ [illegible]
سے اب جی کو سینے لگتا ہے۔ ساحر صاحب نے کہا آپ دونوں کی اگر رائے
ہے تو صرف شعر و سخن کی ادبی صحبت رہے گی مگر آپ دونوں غریب خانہ پر ہی
کھانا کھائیں گے۔ آج خواجہ صاحب بھی دور دور سے واپس آنے کو تھے [illegible]
مرزا صاحب نے کہا ان سے ملنے کو بہت ہی جی چاہتا ہے۔ دل شگفتہ [illegible]
نہیں۔ شعر و رسم ہم دونوں آ رہیں گے۔ خوش خوش دونوں صاحب رخصت ہو گئے

دوسرے دن حویلی راجہ دیوان سنگھ (نیل کھانہ) میں جس میں ساحر
رہتے ہیں اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ مرزا وقار علی بیگ بھی ساحر صاحب کے ساتھ
انتظام میں لگے ہوئے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد مدعو حضرات آنے شروع ہو

ہوئے۔ بابو بنی پرشاد وکیل، سید کاظم حسین وکیل، شیخ احمد علی شیون، منشی
زین العابدین خاں شورش[1]، مولوی کفیل احمد خیرآبادی، مہاراجہ جوالا سنگھ
شمس، راجہ افشاں، حکیم سید نظام علی خاں ہمدانی، شیخ باقی زر، مولوی
واجد علی صاحب شمس العلوم کے علاوہ دیگر اسی محفل میں رونق افروز ہوئے
سلطان صاحب کے بڑے بھائی مولوی اکرام اللہ صاحب۔ قدر دان شعراء ہر ایک کو
حسب مرتبہ بٹھاتے جاتے تھے۔ اتنے میں ہوا دار پر نواب غلام غوث بے خبر آ گئے
اور مرزا حسام الدین بیگ اور نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب کی پالکیاں
آ لگیں۔ تینوں صحن میں آ بیٹھے۔ بے خبر اور مرزا صاحب ہاتھ میں ہاتھ
ڈالے محفل میں داخل ہوئے۔ صدر میں مرزا غالب بٹھائے گئے۔ پان حقے
تواضع مدارات کی گئی۔ کچھ دیر بات چیت ہوتی رہی۔ شہ نشین پر دسترخوان لگا ہوا
تھا۔ سب حضرات اٹھ گئے۔ بابو صاحب اور راجہ صاحب کے لیے فواکہات
قاب لا کے رکھے گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کے محفل میں حسب مراتب آ کے سب
صاحب بیٹھ گئے۔ اتنے میں آگرہ کی مشہور و معروف رقاصہ درگا بائی متخلص بہ
صنم آ گئی۔ نو عمر، خوبصورت، پیشانی پر قشقہ لگا ہوا، اس سج دھج سے آئی اور
آداب و کورنش بجا لا کے بیٹھ گئی کہ جس کو دیکھو وہ بت بنا ہوا تھا حتی کہ
ہر ایک کی نظر اس پر تھی۔ مرزا غالب تو بے ساختہ کہہ اٹھے ؎

---

[1] شورش ابن میر محمد حسین خاں مصنف تذکرہ مرقع صاحب دیوان دکنی شعراء ۱۲۵۳
[2] داستان تاریخ اردو۔

سیہ چونٹی، زر افشاں ... سبز اس پر دو شالا ہے
تماشا ہے پھوٹا ... ہیں کالے کو پالا ہے

صنم

ڈرگا بائی صنم بیٹھ گئیں، ارباب محفل نے کہا تم ہی اپنے کلام سے اس صحبت شعر و سخن کا آغاز کرو۔ عذر و معذرت کے بعد کہتی ہے ؎

کچھ دوائے دل و جگر نہ ہوئی — مر گئے ہم انھیں خبر نہ ہوئی
اپنی صورت مٹا ہی دی ہم نے — ان کی اس پر بھی کچھ نظر نہ ہوئی
دل پہ تاثیر کر گئی ان کے — شکر ہے آہ بے اثر نہ ہوئی
دل و جاں ہجر میں گئے ایسے — ایک کو ایک کی خبر نہ ہوئی

جب آپ ہی ہیں جل کے صنم
اپنی قسمت میں تو بسر نہ ہوئی[1]

زرد

جناب زرد سے اب محفل کی طلب ہوئے۔ شیخ بلاقی ابن سعد اللہ نام زرد تخلص ہے۔ اصل لاہور ہے، عرصہ سے باپ دادا یہیں رہنے آگئے تھے۔ مضمون لکھے پڑھتے ہیں، سادے کاری کا شغل ہے۔ مثنوی نویسی اور فن ... ٹکٹی۔ استادوں کی صحبت میں زیادہ رہتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

شب ہجراں بسر نہیں ہوتی — نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
وہم میں کیوں پھنسا ہے اے بہزاد — ان بتوں کی کمر نہیں ہوتی

---

[1] شعر کی از نیاز منی پریشاں سندیلوی

کیا نزاکت ہے جو تم توڑے ہو گیا ان کو اصلا خبر نہیں ہوتی
کیا غضب ہے کہ وصل میں بھی رات بات دو دو پہر نہیں ہوتی
کیوں نہ چھٹے ہے پاس ہو مجھکو صحت لے چارہ گر نہیں ہوتی
پتلیاں پھر گئیں ہماری ہائے ان کی سیدھی نظر نہیں ہوتی

سیم تن تم ہی گو دہا سب
کس کی پروا ہے تم سے نہیں ہوتی

افضل | جناب ... سے ارباب فضل سے افضل تخلص غلام علی خاں ابن حکیم ... شعر ... کا تعارف کرایا ... دوست ہیں ذی علم ... شہر کے برادر زادہ ہیں آج کل ... شعر و شاعری سے دلچسپی ہے ان کے نام و پیام ... منظوم ہوتے ہیں ان سے فرمائش کی گئی ایک فارسی کی غزل ... اردو کے تین شعر یاد تھے وہ سنائے فرماتے ہیں سے

شوق ... سے آہ ... آگ کر دیتی ہے ... ٹھنڈی
گرم ... شام سے ہوتی ہیں ... گھڑیاں ٹھنڈی
مر گیا آتش فرقت سے جو افضل جل کر تو ہوئی نعش نہ تا گور غریباں ٹھنڈی

شیون | افضل کے بعد شیون سے کہا گیا وہ کہتے ہیں سے

سلہ تصویر الشعرا شعر دکن۔

اس طرح کا آرام میسر ہے کہاں اور | بہتر نہیں تم قدم کے سوا کوئی مکاں اور
بھگانے پہ غیروں کے نہ کیجئے گا گماں اور | دشمن ہیں یہ کہتے ہیں بھلا یا در ہاں اور
عالم میں سوا تیرے نہیں ہے کوئی اپنا | دروازہ ترا چھوڑ کے جاؤں میں کہاں اور
کچھ خیر تو ہے چلتے ہیں اٹھ اٹھ کے کہاں آپ | بتلائیے صاحب مجھے ہوتا ہے گماں اور
تنگ آ کے مرے نالوں سے تو کہا یہ پیارے | اٹھ جائیے بس ڈھونڈھئے اپنی دکاں اور
سنتے ہیں وہی بس آتے ہیں پھر آبرہ کشتی کے | کچھ اور دکاں ہے واں ہے یا دشمناں اور
سنکر یہ اشعار وہ فرماتے ہیں شیوا | بندش ہے یہ کچھ اور یہ ہے طرز بیاں اور

کچھ لوگوں نے داد دی کہ دیا غالب نے مقطع پر تحسین سے پھر فرمائش کیے گئے

شورش جناب راجہ صاحب نے میر زین العابدین خاں شورش سے کہا کہ آپ اپنی غزل سنائیے چنانچہ وہ فرماتے ہیں ؎

ہے قرص قمر پر تو انوار کسی کا | کچھ برق میں ہے جلوۂ رخسار کسی کا
کرتے ہو درستی شکن زلف کی تم یاں | دم ٹوٹ رہا ہے پس دیوار کسی کا
تم مجوس یار ہیں وہ دل ہمیں کیا | یوسف کو خریدے نہ طلبگار کسی کا
عیسیٰ کو دم قصد شفا جیب بہ جبیں ہو | صلواتیں شفا دیتا ہے بیمار کسی کا
بے فائدہ ہے چشم وفا یار سے شورش | ممکن ہی نہیں ڈھونڈے وہ اب یار کسی کا

راجہ — ساحر صاحب نے دست بستہ راجہ صاحب سے کہا۔ اب آپ کچھ ارشاد فرمائیں۔ مرزا غالب بولے۔ ہاں ان سے کب سے شناسا ہو گئے۔ ابھی ہم نے تو کبھی ان کا کلام سنا نہ دیکھا۔ خیر میاں اسیر کی صحبت سے شعرا میں داخل تو ہو گئے۔ یہ سن کے راجہ صاحب کچھ شرمندہ سے ہوئے مگر بیخبر صاحب نے ہمت دلائی اور مرزا صاحب سے کہا نو مشق ہیں مگر کہتے خوب ہیں۔ آخر مشق سخن کے کہنے سے یہ اشعار سنائے

چرچے جلا میں تیری خنجر کے رہ گئے — مقتل میں ہم سے سیکڑوں بے سر کے رہ گئے
غافل گئے جو یار سے غیروں کے ساتھ جام — آنسو ہماری آنکھوں میں بھر بھر کے رہ گئے
پہلو میں بیٹھ کر نہ لگے ہم سے وہ پل دو — سب دل ہی میں جو حوصلے دل مضطر کے رہ گئے
میخانہ اس کے اٹھتے ہی ویرانہ ہو گیا — کچھ ٹکڑے ٹوٹے شیشہ و ساغر کے رہ گئے

راجہ رہا نہ تاج فریدوں نہ تخت جم
افسانے کیقباد و سکندر کے رہ گئے

خواجہ بیخبر — مرزا صاحب نے بھی تعریف کی۔ اب اہل مجلس کی نگاہیں خواجہ بیخبر کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا فارسی کی غزل سنانا بے محل ہے۔ دو ایک شعر مرزا عبداللہ در بیدل کی اقتدا میں کہہ لئے ہیں وہ آپ حضرات کی ارشاد کی تعمیل میں پیش کئے دیتا ہوں پہلے رباعی عرض کرتا ہوں۔ مرزا صاحب ملاحظہ ہو

جس چیز کو یہاں دیکھئے وہ فانی ہے — آبادی اس جہان کی ویرانی ہے
اس بزم میں سب بیٹھے ہیں اُٹھ جانے کو — ہر جمع کا انجام پریشانی ہے

مرزا صاحب اور تمام اہل محفل نے تعریف کی بیخبر صاحب و ستم سے اُن کو شکر رنجی سی بھی فرماتے ہیں ؎

کیوں کر خبر کریں گے کسی بے خبر سے ہم — زخمی ہوئے ہیں آپ کی تیر نظر سے ہم
دونوں کی رنجشیں ہیں برابر بڑھی ہوئی — ہم سے خفا وہ شوخ ہو ... کرتے ہم
دل توڑتے کسی کا ... اگر ستم — لائیں گے اس طرح کا ... کدھر سے ہم

غالب | حضرت بیخبر نے لیے حکم کی تعمیل ہو چکی مرزا صاحب اب آپ بھی کچھ ارشاد فرمائیے ارشاد کیا ؎

ہے بس کہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

ہر ایک نے دل کھول کے داد دی مگر شیون یہی کا دکھے ہوئے تھے
پچھے سے ملے صحبت احباب ختم ہوئی۔

سنہ [illegible] کا واقعہ ہے مہاراجہ بلوان سنگھ کے یہاں مشاعرہ تھا عام جشن
دور شعرا شریک محفل تھے راجہ کے اشتہار خلیفہ گزارش احباب آ سکے۔
راجہ نے اپنے داہنی طرف جگہ دی ان کے ساتھ حکیم غلام نجف الدین حیا
[illegible] اور مولوی سید [illegible] بھی تھے خلیفہ صاحب پستہ قد
[illegible] رنگ [illegible] مونچھیں [illegible] ستو تھی [illegible] بیٹھے والا
[illegible] گڑی [illegible] ٹوپی کی پگڑی باندھے
ہوئے [illegible] راجہ صاحب نے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] صاحب [illegible] مرزا [illegible] بیگ غزل [illegible] کے
[illegible] رنگ [illegible]
[illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] آئے۔ راجہ صاحب نے اپنی طرف بٹھایا [illegible] دونوں [illegible]
[illegible] کے حصے ملے سے گئے غزل پڑھ [illegible] خلیفہ صاحب [illegible]
اور [illegible] دونوں سے ذوق رکھتے تھے ان کو [illegible]

بھلا لگتا۔ ساقن جو اور حقہ دار کے حقہ پلانے کو مقرر تھی، اُس کو بلاتے اور اُس کے گرم گرم اور دھواں دار حقّے سے اپنی خواہش کی آگ کو بجھاتے۔ پہلے پہل جب یہ حرکت ان سے ظہور میں آئی تو مرزا مظہر نے کنایۃً کہا "حضرت آپکی تو یہ اب تو آپ کی طبیعت کسی اور ہی طرف مائل ہے" خلیفہ صاحب نے چھوٹتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

دل میں الفت ہے جو اک سانولی متوالی کی
گو مسلماں ہوں پہ بولتا ہوں جے کالی کی

مرزا صاحب نے داد دی اور فرمایا حضرت مشاعرہ میں [illegible] ایک غزل حضرت [illegible] میں کہی ہے [illegible] آپ کی [illegible] فرماتے ہیں ؎

حال دل ہم کا کہنا ہمدم ۔۔۔ درد [illegible] دل ہوا ہمدم
کس طرح کا معاملہ ہوگا ۔۔۔ جس [illegible] اگر ہوا ہمدم
شکر اللہ آہ سرد سحر ۔۔۔ [illegible] ہوا ہمدم
ہم تو [illegible] کا دکھا عالم ۔۔۔ [illegible] ہوا ہمدم
دیکھو مظہر اس کو کل [illegible]
وہ کتاب [illegible] ہمدم

سلہ زندگانی بے نظیر [illegible]

جناب اسعدؔ نے خوب خوب داد دی اور کہا - مرزا صاحب! کچھ شعر
راہ میں خیال میں آ گئے ہیں ایک شعر ملاحظہ ہو -

مال رہ جائے کسی پاس نہ دولت رہ جائے
بڑی چیز ہے دنیا میں جو عزت رہ جائے

اتنے میں آگرہ کے مشہور بذلہ سنج ، ظریف گو کالے خاں سفلیؔ آ موجود ہوئے
مرزا صاحب کے سامنے راجہ صاحب نے فوراً حقے بھی رکھوا دئے تھے
اور آپ خود سلفہ پی رہے تھے - راجہ صاحب کا میانہ قد ، موٹے تازے
رنگ گورا چٹا ، چہرہ پر داڑھی مونچھ دراز ، گول چہرہ ، سفید لباس ، دھوتی
اس پر اچکن ، دو پلڑی ٹوپی پہنے ہوئے - سفلیؔ نے محفل میں یہ رنگ جو
دیکھا تو فی البدیہہ کہا ع

دور سے تودۂ برف نظر آتا ہے

راجہ صاحب نے مصرع سنا اور حقہ کا کش منہ میں لے کے ایک کش
لیا [illegible] مصرعہ ثانی سفلیؔ کہتے ہیں ع

دم چھپا آگ [illegible] نظر آتا ہے

تمام محفل [illegible] راجہ صاحب مسکرا دئے - بعد ختم مشاعرہ
ایک شاگرد [illegible] اور سفلیؔ صاحب کو آداب سلام کر کے فرماتے ہیں

قائم رہے [illegible] کی سلطنت
ہے ایک طلسم تجھ سے دربار کی نہیں

ایک دن ہردو استاد صبح راجہ صاحب کے یہاں ٹہلتے ہوئے آ نکلے
یہاں جنگ گھٹ رہی تھی تیاری پر چاندی کے کٹوروں میں ہر ایک کے سامنے
لائی گئی قمر نے انکار کیا اور فرمایا ؎

نشہ میں بھنگ کے ہوں فکر مضمون عالی کی

خلیفہ صاحب کٹورہ ہاتھ میں لے کے چڑھا گئے اور بولے ؎

چڑھائی بھنگ کی شکی صراحی مے کی خالی تھی
نشہ میں بھنگ کے ہم نے بھی کیا نازک خیالی کی

ان دنوں اسیر کی شاعری کی جولانی تھی شاگردوں کا ایک انبوہ کثیر
ہر وقت ان کے ساتھ رہتا۔ منشی نبی بخش حقیر بھی خاص تخلص [illegible] شاگرد
تھے، ہر وقت مونچھوں پر تاؤ دینے کی عادت تھی۔
نواب مصطفے خاں شیفتہ کا تذکرۂ شعرا "گلشن بے خار" آگرہ پہونچی۔
حضرت شیفتہ حکیم مومن خاں مومن کے قابل فخر شاگرد تھے ایک تو خود [illegible]
اس پر حکیم صاحب کی تعلیم جو دنیا میں سوائے اپنے کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے "ذوق
کوئی چیز نہیں" "شاہ نصیر کر کیا آتا ہے" "فلاں مہمل گو ہے" "فلاں [illegible]
ہے" غرض کہ یہ باتیں رہتی تھیں شاعری میں میر ناصر علی سرہندی کا ہم پایہ
اپنے کو سمجھا کئے۔ اردو میں بیدل کا ترتیب جانتے تھے [illegible] پہونچی

مرزا غالب کی نسبت بقول حالی ع

سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا

تذکرہ کا نام رکھا "گلشن بے خار" ع

ہر گلک ہند نام زندگی کا قور

جو ایک گوشہ دامن میں آ بجائے نظیر چھوڑ آئے

مرزا نوشہ غالب مفتی صدرالدین خاں آزردہ، حکیم مومن خاں مومن غلام علی خاں وحشت صاحب کو مومن خاں کی آشنائی رنجیو لوا اُن تو کی دہشت تخلص نزاکت سخن شعر کشتاغ سے نزاکت کا شعر نقل ہے

بس کہ جیتا ہے یار آنکھوں میں   ہے نظر بے قرار آنکھوں میں

غرض کہ ہر ایک کے ساتھ خش ان کے سوا ہر ایک کے ساتھ چھیڑ۔ اس عام کاوش میں میاں نظیر کی بھی شامت آگئی:

میاں نظیر کی اس وقت کے لوگوں کے دل میں ولی اللہ جیسی قدر تھی، نواب شیفتہ کی گستاخی ناگوار گزری۔ خلیفہ گلزار علی اسیر نے یہ تذکرہ جو چھپا تو آگ بگولہ ہو گئے۔ ان کے جگر کے رگ رگ رگین حکیم غلام قطب الدین خاں باطن، نظیر کے شاگرد ذی علم و خوش استعداد بزرگ تھے۔ حکیم محمدی ظاہر ابن حکیم واجد علی تھے۔ ظاہر صاحبزادہ محمد یسین ابن ٹیپو سلطان کے اتالیق

لہ زندگانی بے نظیر ص۳ سخن شعرا ص۵۵ مرزا ابو محمد عبد الغفور نساخ ۔

سے گئے اس سرکار سے معقول مالی امداد ملتی رہی۔ باطن کبھی مستفید رہے
سرکاری مدرسہ میں معلمی کر چکے تھے۔ نثر و نظم میں قدرت کامل تھی جیسے
مثنوی میر حسن کا خمسہ کر ڈالا۔ اعجاز رقم تاریخی نام رکھا بقول شہباز
کچھ عمر نے ان کی آگ کو کسی قدر افسردہ کر رکھا تھا لیکن خلیفہ صاحب کی [illegible]
نے پنکھا جھل دیا آگ بھڑکی اور غضب کی بھڑکی۔ جواب میں گلستان بےخزاں
لکھا۔ اس میں جو گندے سے گندے بازاری ہیں عشق کے انگار سے اور غضب کے
شرارے ہیں "گلشن بےخار" کی شیرازہ بندی [illegible] یعنی کہ شیفتہ کے
گلشن میں باطن کی آتش بیانی سے آگ لگی۔ انشا کہتے ہیں ؎

گلشن میں کیوں پھول جھڑا اس گلزار سے   کیوں دشمنی آتی ہے بلبل اور گل سے

نواب شیفتہ نے نظیر اور ان کے دوستوں اور شاگردوں سے
جتنی بے اعتنائی برتی باطن نے اپنے تذکرہ میں اس کا جواب دیا۔ انھوں نے
جن کو برا لکھا انھوں نے ان کو خوب سراہا۔ اپنے استاد اور استاد زادوں
کے جرگہ کو بہت کچھ ظلمت گمنامی سے نکالا۔ شیفتہ، غالب، آزردہ
مومن کی دل کھول کر مذمت کی۔ مثلاً :

"مومن تخلص، مومن خاں نام ساکن شہجہان آباد [illegible] سے
[illegible] شعر [illegible] ادا [illegible] کرتے [illegible]
الفاظ ان کے جوش میں خرابی پائی جاتی [illegible]
[illegible] مضمون [illegible] شعر [illegible] کے [illegible]

سلہ تذکرۂ گلستان بےخزاں

جس کی جرأت سے شیریں زبانِ عشق کو وہ کن شور مچاتیں نشۂ شرابِ الفاظ
سے مخمور ان مخانۂ سخن و ستار کو جو میں اڑاتیں ۔ الخ"

عبارت بالکل تو زتن مجبور کے طرز پر ہے۔ التزام ضلع جگت اور پر جولانیوں کا ضلع ہے ایسے ہی کہیں صرف کا کہیں نحو کا۔ نحوی و فرائض کا کہیں نجوم کا رعایت لفظی سے اکثر شاعروں کے حالات کو چھپا دیا ہے۔ دیباچہ بھی رعایت لفظی کی کرامات ہے۔ غزل، مخمس، ترکیب بند، رباعی کے گل بوٹے استعارے اور تشبیہ کے نور سے چمک رہے ہیں ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو[1]

وہ ظرف ہی خم وحدت کو ہیں چڑھا جاتا
ترا حباب جو اس جام میں سما جاتا

باطن کے دوست مولوی سید واجد علی صاحب شمس العلوم تھے وہ بھی ایسا ہی مزاج رکھتے تھے "انشاء اللہ خاں کی دریائے لطافت" میں دلی اور لکھنؤ کی زبان کے ذکر کے سوائے کچھ نظر نہ آیا۔ فوراً "گلدستۂ انجمن" لکھ ڈالا۔ اس میں انشا کے بڑے لتے لئے ہیں۔ دن رات یہی علمی نوک جھوک رہا کرتی۔

[illegible]ء میں حضرت مولانا غلام امام شہید اور منشی خواجہ غلام غوث بیخبر خان بہادر ذوالقدر میر منشی لفٹنٹ گورنر مغربی شمالی الہ آباد سے آگرہ آئے۔ مولوی اظہار حسین ذوالقدر بھی آئے ہوئے تھے۔ صدر نظامت کے مشہور وکیل بابو جبنی پرشاد نے ایک عظیم الشان پیمانہ پر مشاعرہ کیا۔ جس کی

[1] زندگانی بے نظیر

قہر صاحب نے بھی ایک صحبت شعر و ادب اپنے یہاں قائم کی۔ اساتذۂ اکبرآباد شریک ہوئے۔ شہید و بیخبر بھی محفل میں تشریف لائے۔ کالے خان متفنی آ کے جو بیٹھے چہرہ اداس عرائض نویسی کرتے تھے۔ خالی ہاتھ تھے بیاض [illegible] شامل ہونا ضرور۔ قہر نے متفنی کے چہرہ کو دیکھ کے خادم سے قلمدان طلب کیا کچھ نقدی نکال کے ہتھیلی پر رکھ کے بطور نذر پیش کی۔ متفنی کو یہ طرز [illegible]

سفلہ نے رکھ کے کف پہ اگر زر دیا تو کیا
اہل کرم کی جیتی ہے مٹھی بند ہی ہوئی

مرزا قہر نادم ہوگئے اور اپنی خطا کی معافی چاہی۔ [illegible]

چکروردن سنگھ متخلص بہ کنور برادر زادہ مہاراجہ جوان سنگھ [illegible] کنور صاحب! کچھ فرمائیے اور مجلس کو گرمائیے۔ کہتے ہیں ؎

رتبہ ہے عشق سے دل الفت مآب کا — عنوان ہے یہ نام خدا اس کتاب کا
بندہ ہوں جان و دل سے رسالت مآب کا — چھوڑوں گا روز حشر نہ دامن جناب کا

حامی ہیں جن کے حیدر کرار اے کنور
روز جزا میں خوف اسے کیا حساب کا

کنور کے چھوٹے بھائی بابو ران بہادر سنگھ ابن کنور فتح سنگھ [illegible] شاگرد ہیں کہتے ہیں ؎

وصل میں منہ موڑ کر کیوں سو گئے — کیوں تم اتنے بے مروت ہو گئے

آخر پہنچا بھی گذرنے کی سرا سے   روز اس میں چار آئے دو گئے
غیر نے دلوائی میری فاتحہ   آ کے تربت پر بھی کانٹے بو گئے
مر مٹے ہم جستجوئے یار میں   ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے بس ہو گئے
تم نے خنجر سے نہ منہ موڑا کبھی   لوگ کہنے سے کہ بہادر ہو گئے

قیصر علی حسین کو مرثیہ خوانی کا شوق ہے۔ دل طبع ہیں۔ مجمع قیصری قائم کر رکھا ہے جو غزل سنائی صرف ایک شعر ہی ہے ست

تم تو خفا ہو ہم کو گلے سے لگائے کون
فرمائیے تو دل کی لگی کو بجھائے کون

مرزا محمد نے آغا مرزا علی حسین سے کہا کہ مرزا صاحب! آج تو آپ کی نگاہیں شوق پر ہیں ان کے سامنے درگاہی صنم اور کالی خانم بیٹھی ہوئی تھیں۔ درگاہی گھڑی گھڑی آغا پر نظریں ڈال رہی تھیں یہ مسکرائے اور فی البدیہہ کہا ہے

کبھی غصے کر کر زرا بولے کبھی پیش آئے گالی سے
خدا محفوظ رکھے اس مزاج لاابالی سے

برہمن پوچھتے ہیں بت کو میں مرد مسلماں ہوں
نہ درگاہ سے غرض مجھ کو نہ کچھ مطلب ہے کالی سے

دونوں خفیف ہو کر رہ گئیں۔ تمام مجلس نے لطف اٹھایا:
کہتے ہیں ۔

سگِ زداغ جنوں سے تھے، جو دولت مانگتے
تنگ کرتی مفلسی، گر میں فراغت مانگتا

خضر کی سی زندگی ہوتی جو مجھ ناکام کی
میں دعائے وصلِ جاناں تا قیامت مانگتا

کس کی آمد آمد اپنے کلبۂ احزاں میں ہے
پیشوائی کو ہمہ دل پہلو سے رخصت مانگتا

دشتِ وحشت خیز میں عریاں تن آغا ہے
قاصدِ جاناں کو کیا دیتا، جو خلعت مانگتا

آغا صاحب کے دوست شیفتہ احمد خاں قادری ابن لطف اللہ سپاہی پیشہ فوج میں ملازم، مگر شعر گوئی کا شوق۔ مثنوی لطیفہ غیبیا بھی لکھی ہے۔ چوڑی دار پائجامہ اور اچکن پہنتے ہیں، کمر پر سہ گوشہ رومال پٹے بازوں کی طرح باندھا کرتے ہیں، پگڑی بانکی باندھتے ہیں، کمر میں ایک طرف سیف اور دوسری طرف خنجر حمائل رہتے، شعر پڑھنے کا ڈھب نرالا معلوم ہوتا ہے، پنجہ کشی کی تیاری سے اس لیے منہ سے چند شعر سنئے:ـ

کھلا نہ آج تک اس دل کی آرزو کیا ہے
یہ چاہتا ہے کہ اس کو جستجو کیا ہے

تمہیں بتاؤ قیامت کو کیا وہ دیکھے گا
نہ دیکھا جس نے قریبِ رگِ گلو کیا ہے

نہیں ہے رنگ تمہارا تو کیا ہے گلشن میں
تمہارا فیض نہیں ہے تو گل میں بو کیا ہے

بہک نہ شیفتہ ہو اس قدر نہ دیوانہ
زباں سنبھال یہ بیہودہ گفتگو کیا ہے

ارباب محفل نے جناب آرجہ سے کہا "خواجہ صاحب! اب آپ کے ارشاد فرمانے کا وقت ہے" مرزا مچھن نے بھی اصرار کیا۔ فرماتے ہیں سے

لب و دنداں کے تصور میں جو نالہ نکلا　　آگ سینہ میں لگی چشم سے دریا نکلا
مجھ سے صیاد کو پیدا ہوا جب ذوق شکار　　طائر قبلہ نما توڑ کے بیضہ نکلا

چتر ہے داغ جنوں سر پہ تو نالہ ہے نقیب
دشت وحشت میں عجب دھوم سے راجا نکلا

مرزا مچھو نے خواجہ بیخبر سے کہا "حضرت! آپ کو معلوم ہوا مجھے صدر نے منصف کرانا چاہا تو احباب نے لانٹ بازی کی اس پر ایک قطعہ لکھا ہے وہ پیش ہے" سے

امیدوار کیا جج نے منصفی کا مجھے　　تو مجھ سے ہو گئی ناحق کی حاسدوں کو کد
دیا سوال مری ضد پہ صدر نے ان کے　　ہوا وہاں سے بھی آخر سوال ان کا رد
ملا ذریعۂ کامل خدا کا فضل مجھے　　اثر پذیر نہ ہوگا عدو کا بغض و حسد

نکالوں سال موذی کو اب لکھوں تاریخ
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

خواجہ صاحب نے قطعہ پسند کیا اور حضرت شہیدی کو پونچی کان سے لگا کر سنایا

مجہر کہتے ہیں ؎

اس دور میں ہر اک ترے چرخ کہن لٹا — اوروں کا زر لٹا مرا نقد سخن لٹا
بلبل کو کیسی کیسی ہوئیں آفتیں نصیب — گلچیں کے دست ظلم سے کیا کیا چمن لٹا
نباش کی جفائیں ہوئیں ہم بعد مرگ — لے آسمان زیر زمیں بھی کفن لٹا

ساقی وہ آج ہے نہ وہ پیمانہ آج ہے — جو کل کا ماجرا تھا سو افسانہ آج ہے
کل تک حباب پہ بادہ کشوں کا ہجوم تھا — سنسان سا پڑا وہی میخانہ آج ہے
دیکھا تھا جس کو بزم میں کل ہم نے مجلسیں — وہ شمع آج ہے نہ وہ پروانہ آج ہے

ہنگامہ شب کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی مجہر کی چشم سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے راجہ صاحب اور مجہر نے خواجہ صاحب سے کہا حضرت اب آپ

سلہ خواجہ غلام غوث بیخبر ابن مولوی منصور اللہ کشمیری سلطان زین العابدین کی اولاد سے تھے حکومت خاندان سے نکل [illegible] کے بعد میں [illegible] کشمیر [illegible] کچھ مدت تک [illegible] رہے پھر بنارس آ رہے [illegible] تحصیل علوم [illegible] ان کے [illegible] صوفی [illegible] رنگ اختیار کیا [illegible] قدرت کامل [illegible] کہتے ہیں ؎

[illegible]

رقیمہ [illegible]

زمانے انھوں نے پہلے تو معذرت کی پھر کہتے ہیں ؎

فقیروں سے کرتے ہو جو بولی ٹھولی بہت پیاری باتیں ہیں یہ بھولی بھولی
بھلا ری بتو ہم تو دنیا سے گئے ہیں بھلا ہو گا بھر دو ہماری بھی جھولی
لگاتے ہیں منہ کب ہم اس فاحشہ کو کرے ہم سے کیوں قحبہ دنیا ٹھٹھولی
نہیں بند رہتا کوئی کام اپنا گرہ دل کی ہر جب کہ مرشد نے کھولی
پری آج شیشے سے دو تا نکالو یہ کالی بلا کیسی افیون گھولی
زمانہ دکھائے گا کیا رنگ ہم کو جو ہونی تھی اپنے لئے بس وہ ہو لی
کہاں ہم فقیر اور دنیا کے جھگڑے یہ کیچڑ تو دامن سے پہلے ہی دھو لی

حضرت منیر سے اصرار کیا مگر آپ نے فرمایا مشاعرہ میں ابھی فارسی کے اشعار پڑھے گئے مجلس برخاست ہونے لگی سنقلی فرماتے ہیں ؎

سنقلی سوائے تیرہ نظر بات ہم سمجھے تمھارے شعر کے امتیاز کو

شہر و ضیغم میاں آپس کی ٹھنگیں پٹ گئیں کبھی سنقلی کے یہاں کبھی اپنے یہاں شطرنج جمائی اور سر جوڑ کے بیٹھ گئے اور ایسے کھیلے دن تو دن رات بیت گئی ہے ؎

شطرنج میں بھی ان کا بھل جائے تو اچھا
اسے شہر یہ چال اچھی ہے چل جائے تو اچھا

یکے دن دونوں میں نوک جھوک رہی ضیغم کہتے گئے ؎

ضیغم جہاں سے کانی دل لگی کہ بھی مونس مرا سر اور میں ہو لی

پھر بولے ؎

ذرا آنے تو دے روزِ قیامت   صنم تو ہو خدا ہو اور میں تو ں

آگرہ میں میلۂ طوائفان ہوا کرتا تھا۔ مصحفی کی فرمائش سے ایک قطعہ کہا ؎

مہوشوں نے کیا میلہ ایجاد   پھر دل لینے کا سامان دیکھو
اکبر آباد جو ہے رشکِ چمن   اس میں اک تازہ گلستاں دیکھو

میں بھی اب مصرعِ تاریخ لکھوں
نقشۂ بزمِ پرستاں دیکھو

آگرہ میں اکثر ایسی صحبتیں آئے دن ہوتی تھیں اب صرف ذکر باقی رہ گیا ہے ؎

اے مصحفی میں رو دوں کیا اگلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں